مترجم :- پروفیسر وائی - ایس طاہر علی

مقالہ نگار ڈاکٹر داؤد پوتاؒ

عربی شاعری پر ایران اور ایرانی شاعری کے اثرات

(آخری قسط)

ابوعلی محمد بن احمد بن نخرجہ الیزدجردی (تتمہ برلن مخطوطہ ص ۱۰۲ الف) کے اشعار بھی بقول ثعالبی معروفی مذکور بالا شعر سے مستفاد ہیں،

تظنون ما تذری جفونی ادمعًا بل الدم فیها یستحیل فیقطر
تردّبیاضًا حمرة الدم لوعتی کما ابیض ماء الورد احمر

(تمہارا خیال ہے کہ میری پلکوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ نہیں بلکہ وہ خون ہے جو تبدیل ہوکر قطروں کی شکل میں گر رہا ہے میری سوز آتش نے خون کی سرخی کو سفیدی سے بدل دیا ہے مثل عرق گلاب کے جو دراصل سُرخ رنگ کا ہوتا ہے۔)

مانا کہ معروفی کے ایک شعر کی وجہ سے عربی میں کئی مذکور بالا اشعار پیدا ہوئے لیکن ثعالبی نے غلط سمجھا ہے کہ معروفی پہلا شخص ہے جس نے اس خیال کا اظہار کیا ہے۔ یہ خیال فارسی شعراء میں دقیقی اور ابوالشکل بخاری کے ہاں بھی موجود تھا۔

(ا) دقیقی کہتا ہے:[1]

سود خونِ جگر از دل چکیدہ کہ آب آتشین آید ز دیدہ

(خون جگر دل سے رِس رِس کر ٹپکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنکھوں سے گرم آنسو نکلتے ہیں)

---

[1] شعوری: فرہنگ جلد ۲ ص ۱۶ ب۔

(اا) ابوالمثل کہتا ہے[1]:-

افشر خون دل از چشم او ریختہ پالادن مژگان فرو

(پلکوں کی چھلنی نے اُس کے خون دل کے عرق کو اس کی آنکھوں سے بہایا ہے۔)

اس خیال کا بعینہٖ عہدِ عبّاسیہ کے کئی نامور شاعروں نے اظہار کیا ہے۔ فرق ہے تو صرف اتنا کہ خونِ دل کے آنسوؤں کی جگہ انہوں نے لفظ رُوح (یعنی جان) استعمال کیا ہے جو پگھل کر آنسو بن جاتی ہے۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہم یہ نہ مانیں کہ ایرانی شاعروں نے اس خیال کو عربی شعراء سے ماخوذ کیا ہے:-

(الف) بشّار کہتا ہے[2]:-

لیس الّذی یجری من العین ماءھا ولکنہا روحی تذوب فتقطر

(جو کچھ آنکھوں سے ٹپک رہا ہے اُسے پانی نہ سمجھو۔ وہ تو میری جان ہے جو پگھل کر قطروں کی شکل میں ٹپک رہی ہے۔)

(ب) دیکُ الجن کہتا ہے[3]:-

لیس ذا الدمع دِمع عینی ولکن ھی نفسی تذیبھا انفاسی

(میری آنکھوں کے آنسوؤں کو آنسو نہ سمجھو۔ وہ تو میری جان ہے جسے میری گرم آہوں نے پگھلا دیا ہے۔)

(ج) ابن درید کہتا ہے[4]:-

لاتحسبوا دمعی تحدّر انّھا روحی جرت فی دمعی المتحدّر

(یہ خیال نہ کرنا کہ یہ میرے آنسو جو لڑھک رہے ہیں۔ ان لڑھکنے والے آنسوؤں میں میری روح بہہ رہی ہے۔)

۱؎ شعوری: فرہنگ جلد ۲ ص ۱۶۱ ب۔

۲؎ عکبری جلد ۱ ص ۲۷۴۔

۳؎ " "

۴؎ " "

(د) متنبی کہتا ہے[1]:-

اشاروا بتسلیم فجدنا بأنفس تسیل من الآماق والسم ادمع

(انہوں نے اشاروں سے ہم کو سلام کہا۔ ہم نے بھی گوشۂ چشم سے آنسوؤں کو ٹپکایا اور اپنی جانیں فدا کیں)

متنبی نے پھر ایک اور جگہ کہا ہے[2]:-

خلیلی لا دمعًا بکیت وانّما هوالرّوح من عینی تسیل بمخرج

(دوستو! میں آنسو نہیں رو رہا ہوں بلکہ یہ تو میری روح ہے جو آنکھوں کے راستے سے نکل رہی ہے)

"عربی اشعار کو فارسی میں اور فارسی اشعار کو عربی میں ترجمہ کرنا ادیبوں اور ظریفوں کا ایک دلچسپ مشغلہ بن چکا تھا جو عہد سلجوقی کے اختتام تک قائم رہا۔ البتہ ترجمے کو اصل سے یا اصل کو ترجمے سے تقابل کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ کہیں اصل مفقود ہے تو کہیں ترجمے کا پتہ نہیں لگتا"[3]

آخر میں رشید الدین وطواط کی حدائق سے ان ترجموں کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں[4]:-

(أ) ناصر خسرو کہتا ہے:-

کردم بسی ملامت مرد ہر خویش را برفعل بد ولیک ملامت نداشت سود

دار د زمانہ تنگ دل من ز دانشش خرم دلی کہ دانشش اندر میان نبود

(میں نے اپنے زمانے پر اس کے کرتوت کی وجہ سے بڑی لے دے کی لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ زمانہ اپنی سوچ کے مطابق میرے دل کو افسردہ رکھتا ہے۔ کاش ایسا دل ہو جو سوچ نہ سکے۔)

رشید الدین نے اس کو عربی میں اس طرح منظوم کیا ہے[4]:-

---

۱ عکبری جلد ۱ ص ۲۲۷ اور دیوان تصحیح Dietaici ص ۴۲۔

۲ دیوان ص ۴۲۔

۳ پروفیسر براؤن: تاریخ ادبیات ایران جلد ۱ ص ۴۱۳۔ یہ سارا صفحہ معہ ذیلی حواشی پڑھنے کے لائق ہے۔

۴ یہ عبارات تراجم کی فصل سے لی گئی ہیں۔

عذلتُ زمانی مدۃ فی فعالہ ولکن زمانی لیس یودعہ العذل
یضیق صدری الدھر بغضاً لفضلہ فطوبی لصدر لیس فی ضمنہ فضل

(میں نے زمانے کو ایک مدّت تک اُس کے کرتُوت کی وجہ سے بُرا بھلا کہا لیکن میرا زمانہ ایسا ہے کہ اس پر لعن طعن کا کوئی اثر نہیں ہوتا، زمانہ میرے دل کو اُس کی خوبی کی وجہ سے تنگ کرتا ہے کیا ہی خوب دل ہوتا اگر وہ خوبی سے خالی ہوتا۔

(ii) قاضی یحییٰ بن سعید ہروی نے عربی میں کہا ہے:۔

اقول کما یقول حمار سوء وقد ساموہ حملا لا یطیق
سأصبر والاُمور لھا اتساع کما انّ الامور لھا مضیق
فامّا ان اموت او المکاری وامّا ینتھی ھذا الطریق

(میں بھی وہی کہوں گا جو ایک بدنصیب گدھے نے کہا تھا جب اس پر اس کی طاقت سے سِوا بوجھ لادا گیا" میں بھی صبر کرتا ہوں اور معاملات میں بست و کشاد ہوتا رہتا ہے۔ یا تو میں مروں گا یا میرا خربان مرے یا تو یہ راستہ طے ہو جائے")

رشیدالدین نے اس قطعہ کو فارسی میں یوں منظوم کیا ہے:۔

من ہماں گویم کآں لاشہ خرک رفت و کید بسختی جانی
چکنم بار کنم راہ برم کہ مرانیست جزاین درمانی
یا بمیرمن و یا خر بندہ یا بود راہ مرا پایانی

(میں وہی بات کہتا ہوں جو ایک تھکا ماندہ گدھا کہتا ہے جب وہ بڑی مشکل سے قدم اٹھا رہا تھا۔ کیا کروں؟ مجھے بوجھ اٹھا کر چلنا ہے اِس کے سِوا کوئی چارا نہیں۔ یا تو میں مروں یا میرا ہانکنے والا مرے یا میرا راستہ طے ہو جائے۔)

اس بات کی رعایت کو مدنظر رکھ کر اس مقالے کو بھی ختم کر دینا چاہئے وقت آن پہنچا ہے کہ ابوابِ سابقہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا خلاصہ کر دیا جائے۔

خلاصہ

فارسی شاعری کی ارتقا کا شروعات سے جائزہ لیا گیا ہے اور اس کے تینوں اصناف یعنی مدحیہ حکیمانہ اور واقعہ نگاری میں عربی شاعری کے تأثرات کو بھی دیکھا گیا ہے، رزمیہ اور عشقیہ شاعری ایران کی سرزمین کے پودے ہیں، ان کی ارتقا میں البتہ وہ تشبیہیں اور استعارات پائی جاتی ہیں جو عہد بنی عباس کے عربی شعرا میں مروج تھیں، اس وقت سے لے کر اب تک شعر و سخن ایک ہی دھرے پر رواں دواں ہے کسی کو جرأت نہ ہوسکی کہ ماضی کے خلاف علم بغاوت بلند کرے۔ اوزان اور قوافی کی پابندیوں نے شاعر کی طبیعت پر قیود لگا دی ہیں اور مشرق میں وہ مضمون شعر و سخن کہلانے کا مستحق ہی نہیں جس میں وزن اور قافیہ نہ ہو۔ البتہ وطنیات پر لوگوں نے توجہ منعطف کی ہے اور اس سمت میں اشعار اور ڈرامے لکھے جا رہے ہیں جس سے اچھی امیدیں نظر آرہی ہیں۔ ایران میں عارف نے مصر میں شوقی بک نے اور برّ اعظم ہندوپاکستان میں اقبال نے عالم اسلام میں نئے نئے حالات کے رونما ہونے سے ایک نئی راہ ڈھونڈ نکالی ہے اور اب ہم مستقبل سے بہت کچھ امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ عربی اور فارسی میں بھی شاعری اپنے ماحول سے ضرور متأثر ہوگی اور حالات کے تقاضوں کو نہ صرف پورا کرے گی بلکہ موجودہ نسل کے رجحانات اور احساسات کی عکاسی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھے گی۔

ختم شد